مقالات

عبادت

(۲)

پچھلی صحبت میں سلسلۂ کلام یہاں تک پہنچا تھا کہ انسان اپنے معبود کی تلاش میں جب تک خدائے واحد تک نہ پہنچا بے چین رہا، غیر مطمئن رہا، اس کے دل میں تلاش کی بے کلی اور جستجو کی کھٹک برابر چٹکیاں لیتی رہی۔ مگر جب خدائے واحد کو اس نے پا لیا تو اس کا دل مطمئن ہو گیا۔ پھر کبھی اس نے تلاش معبود کی بے چینی محسوس نہ کی۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ کیا وجہ ہے کہ خدا کے سوا کسی غیر پر تلاش معبود کا سفر ختم نہیں ہوا اور خدا تک پہنچکر یہ سفر ایسا ختم ہوا کہ پھر کسی اور کی جستجو دل میں پیدا ہی نہ ہوئی؟ غور کرنے سے اس کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان کو جو فطری جذبہ پرستش پر مجبور کرتا ہے، اس کا اصل مقصد خدائے واحد ہی کی پرستش ہے جب تک وہ اپنے اس مقصود حقیقی کو نہیں پہنچ جاتا مطمئن نہیں ہوتا اور نہیں ہو سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عقل و فکر کی نارسائی یا آبا و اجداد کی اندھی تقلید انسان کو یہ بے اطمینانی محسوس نہ ہونے دے۔

جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں، انسان کے اندر پرستش کا فطری جذبہ پیدا ہی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اور اس کے گرد و پیش کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی بندگی میں مشغول ہے۔ ایسی حالت میں جب ایک ظلوم و جہول انسان خدا سے ناواقف ہو کر غیر خدا کی پرستش کے لیے جھکتا ہے تو اس کے گرد و پیش کائنات کا کوئی عنصر، حتی کہ خود اس کے جسم کا کوئی جز اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ وہ جن پاؤں سے اپنے خود ساختہ معبود کی طرف بڑھتا ہے،

وہ خدا کی عبادت میں چلتے ہیں۔ وہ جن ہاتھوں سے اس کے آگے نذر پیش کرتا ہے وہ خدا کی بندگی میں حرکت کرتے ہیں۔ وہ جس پیشانی سے اس کو سجدہ کرتا ہے وہ خدا کے سجدے میں جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ جس زبان سے اُس کی بڑائی بیان کرتا ہے وہ خدا کی تقدیس وتمجید میں مشغول ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں اس کی یہ ساری پرستش یہ تمام نیایش وگزارش ایک جھوٹ ایک افترا، ایک بہتان ایک صریح جہل ہوتی ہے جس کے بطلان پر کائنات کا ہر ذرہ گواہی دیتا ہے، اور خود انسان کی فطرت اپنی لطیف وغیر محسوس آواز میں بار بار اسے تنبیہ کرتی ہے کہ یہ تو کس دھوکہ میں پڑ گیا ہے؟ کیا تجھے بندے کی بندگی، پرستار کی پرستش، فرمانبردار کی فرمانبرداری کرتے شرم نہیں آتی؟ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ۔

پرستش دراصل بندگی کی فرع ہے اور اپنی عین فطرت کے اقتضا سے اپنی اصل کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ جب انسان اپنے جہل وبے خبری کی بنا پر فرع کو اصل سے جدا کرتا ہے، بندگی ایک کی کرتا ہے اور پرستش دوسرے کی تو یہ تفریق سراسر فطرت کے خلاف واقع ہوتی ہے، اور ایک نہایت خفی وغیر محسوس تحت الشعوری بے اطمینانی پیدا ہو جاتی ہے بخلاف اس کے جب نادانی کا پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور انسان کو اس حقیقت کا علم حاصل ہو جاتا ہے کہ معبود وہی ہے جو مالک اور خالق اور پروردگار ہے، تو بندگی اور پرستش دونوں یکجا ہو جاتی ہیں، فرع اصل سے مل جاتی ہے، بیٹی اپنی ماں کی آغوش میں پہنچ جاتی ہے اور اس وصال سے وہ لطف، وہ مزہ، وہ اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے جو ہجر و فراق کی حالت میں مفقود تھا۔

بندگی اور پرستش کی یہی مواصلت ہے جس سے انسان کو دوسری مخلوقات پر شرف حاصل ہوتا ہے، اور وہ اس مرتبہ پر پہنچتا ہے جسے خدا نے اپنی خلافت ونیابت قرار دیا ہے۔ پچھلی تقریر پر پھر ایک نظر ڈال لیجئے عرض کر چکا ہوں کہ خدا کی بندگی تو انسان آپ سے آپ بلا عمد و اختیار، بغیر جانے بوجھے کر ہی رہا ہے، اور ٹھیک اسی طرح کر رہا ہے، جس طرح لایعقل حیوان، بے شعور درخت، بے جان پتھر کر رہے ہیں۔ اس حیثیت سے اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہیں۔ اور اس بندگی کا جو انعام ہے، یعنی فیضان وجود اور عطائے رزق، اس میں بھی

وہ فی الحقیقت دوسری مخلوقات سے ممتاز نہیں ہے۔ فرق و امتیاز اور برتری و شرف جو کچھ ہے اس امر میں ہے کہ دوسری موجودات کے برخلاف جو عقل و شعور اور جو قوت علمیہ اس کو دی گئی ہے اس سے کام لے کر وہ اس کو پہچانے جس کا وہ بندہ ہے، اور بالاختیار اسی کی پرستش کرے جس کی وہ بلا اختیار بندگی کر رہا ہے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا اور اپنی عقل اور قوت علمیہ سے اپنے مالک کی معرفت حاصل نہ کی، اور اپنے اختیار سے اس کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش شروع کر دی تو شرف کیسا، وہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ - (۷ : ۲۲)۔

بجائے خود عقل اور قوت علمیہ میں تو کوئی شرف اور برتری نہیں۔ یہ محض حصول شرف کے لیے ایک آلہ ہے اس آلہ نے انسان کو یہ استعداد بہم پہنچا دی کہ اس سے ٹھیک ٹھیک کام لے کر بندگی اضطراری کے حیوانی مقام سے ترقی کر کے عبادت اختیاری کے انسانی مقام پر پہنچ جائے۔ مگر جب اس نے اس آلہ سے غلط کام لیا اور اس کو چھوڑ کر جس کا وہ بندہ ہے، ان کی عبادت اختیار کی جن کا فی الحقیقت وہ بندہ نہیں ہے تو وہ حیوانی مقام سے بھی نیچے اتر گیا۔ حیوان گمراہ تو نہ تھا، یہ گمراہ ہوا۔ حیوان منکر تو نہ تھا، یہ منکر ہوا۔ حیوان کافر و مشرک تو نہ تھا، یہ کافر و مشرک ہو گیا۔ حیوان جس مقام پر پیدا کیا گیا تھا اسی مقام پر قائم رہا۔ حیوان ہونے کی حیثیت سے یہ بھی اسی مقام پر ہے، مگر انسان ہونے کی حیثیت سے اس کو جو ترقی کرنی چاہیے تھی وہ اس نے نہ کی، بلکہ الٹا تنزل کی طرف چلا گیا۔ ترقی کے لیے اس کو جو آلہ دیا گیا تھا اس کو اپنے انسانی ترقی کے لیے استعمال نہ کیا، بلکہ حیوانیت میں ترقی کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس نے دوربین بنائی کہ حیوان جتنی دور کی چیز دیکھ سکتا ہے اس سے زیادہ دور کی چیز یہ دیکھ سکے۔ اس نے ریڈیو ایجاد کیا کہ حیوان جتنی دور کی چیز سن سکتا ہے اس سے زیادہ دور کی چیز یہ سن سکے۔ اس نے ریل اور موٹر بنائی کہ حیوان جس قدر قطع مسافت کر سکتا ہے اس سے زیادہ یہ کر سکے۔ اس نے ہوائی جہاز بنائے کہ اڑنے میں پرندوں سے بازی لے جائے

اس نے بحری جہاز بنائے کہ تیرنے میں مچھلیوں کو مات کر دے۔ اس نے آلاتِ حرب بنائے کہ لڑنے میں درندوں سے سبقت لے جائے۔ اس نے عیش و عشرت کے سامان فراہم کیے کہ جانوروں سے زیادہ پرلطف زندگی بسر کرے۔ مگر کیا ان ترقیات کے باوجود یہ مقام حیوانی سے کچھ بھی بلند ہوا؟ عقل و علم کے ذریعہ سے عالم مادی میں جتنے تصرفات اس نے کیے وہ سب کے سب انہیں قوانین فطرت کے ماتحت ہیں، جن کے تحت عقل و علم کے بغیر حیوانات ایک محدود پیمانے پر ایسے ہی تصرفات کرتے ہیں۔ پس یہ تو وہی اضطراری بندگی کا مقام ہوا جس میں حیوان ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حیوان نے کمتر درجہ کی بندگی کی۔ کمتر درجہ کا انعام پایا۔ اس نے عقل و علم کی قوت سے اعلیٰ درجہ کی بندگی کی۔ اعلیٰ درجہ کے انعام کا مستحق ہوا۔ حیوان کو گھانس ملتی تھی۔ اس کو توس اور مکھن ملا۔ حیوان کو صوف اور اون ملتا تھا۔ اس کو نفیس کپڑے ملے۔ حیوان کو گھونسلے میں جگہ دی جاتی تھی۔ اس کو بنگلوں اور کوٹھیوں میں ٹھیرایا گیا۔ حیوان کو پیدل دوڑنا پڑتا تھا۔ اس کو گاڑی دیدی گئی۔ یہ اس کی بندگی، اس کی اضطراری عبادت کا کافی انعام ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ ترقی کا جو آلہ اس کو دیا گیا تھا اس سے اس نے ترقی کیا کی؟ ترقی کے معنی تو یہ تھے کہ حیوان ہونے کی حیثیت سے یہ جس کی بغیر جانے بوجھے بندگی کر رہا ہے، انسان ہونے کی حیثیت سے جان بوجھ کر بھی اسی کی بندگی و عبادت کرتا حیوان ہونے کی حیثیت سے جس کو بے اختیارانہ سجدہ کر رہا ہے، انسان ہونے کی حیثیت سے اختیاری سجدہ بھی اسی کو کرتا۔ حیوان ہونے کی حیثیت سے جس کے حکم تکوینی کی اطاعت کر رہا ہے، انسان ہونے کی حیثیت سے اُسی کے حکم شرعی کی اطاعت بھی کرتا۔ اگر یہ ترقی اس نے کی تو بے شک یہ حیوانات اور تمام موجودات پر شرف لے گیا۔ اس نے بالفعل وہ خلافت حاصل کرلی جس کی قوت و استعداد اس کو دی گئی تھی۔ اس نے تمام موجودات سے بڑھ کر اپنے خالق کی بندگی و عبادت کی۔ اس لیے تمام موجودات عالم سے زیادہ اجر کا مستحق ہو گیا لیکن اگر یہ ترقی اس نے نہ کی، اور آلہ ترقی کے غلط استعمال سے اُلٹا تنزل کی پستیوں میں اتر گیا تو بلا شائبہ شک اور ریب تمام اسافل سے اسفل اور تمام اراذل سے ارذل بن گیا۔ اور اس نے خود اپنی حماقت سے اپنے آپ کو

عذاب کا مستحق بنا لیا۔ یہی حقیقت ہے جس کو سورۂ تین میں بیان کیا گیا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ، ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۔

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اس کو تمام ادنیٰ درجہ والوں سے بھی ادنیٰ درجہ میں پھیر دیا بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کے لیے بے نہایت اجر ہے۔

یہ اجمال ان تفصیلات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو اوپر بیان ہوئی ہیں۔ "احسن تقویم" سے مراد ترقی کی وہ قوت و استعداد ہے جو زمین کی تمام مخلوقات سے بڑھ کر انسان کو دی گئی ہے۔ مگر محض احسن تقویم پر ہونا بالفعل ترقی نہیں ہے۔ ترقی کا انحصار اس پر ہے کہ انسان اس قوت و استعداد سے کام لے کر اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے جس کے انتہائی مرتبہ کا نام "ایمان" ہے، اور اس کے حکم شرعی کی اطاعت کرے جس کو "عمل صالح" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس نے یہ نہ کیا وہ ادنیٰ درجہ کی مخلوقات سے بھی فروتر درجہ میں گر گیا اور جس نے یہ ترقی کر لی وہ اجر غیر ممنون کا مستحق ہو گیا یعنی ایسا اجر جو کبھی بند ہونے والا نہیں ہے۔ بندگی اضطراری کے صلہ میں جو اجر ملتا ہے وہ منقطع ہو جاتا ہے ایک اجل مقرر تک زندگی عطا کی جاتی ہے۔ ایک حد خاص تک رزق دیا جاتا ہے۔ مگر عبادت اختیاری کے صلہ میں وہ عیش نصیب ہوتا ہے جو اجل سے پاک ہے، اور وہ رزق میسر آتا ہے جس کے بند ہونے کا کوئی خوف نہیں۔

اب ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں عبادت کا صحیح مکمل مفہوم واضح طور پر ہمارے سامنے آ جاتا ہے اوپر جو کچھ کہا گیا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ عبادت کے اجزاء معنوی دو ہیں جن کی ترکیب سے عبادت کا مفہوم مکمل ہوتا ہے۔ ایک بندگی یعنی قانون فطرت کی ٹھیک ٹھیک پیروی اور اس سے منحرف نہ ہونا۔ دوسرے پرستش جو اپنی تکمیل کے لیے دو چیزوں کی محتاج ہے۔

ایک اپنے حقیقی معبود یعنی خدائے واحد کی ایسی معرفت جو بالکل خالص ہو، جس میں شرک کا شائبہ تک

نہ ہو جس میں کفر و انکار اور شک و ریب کی ذرّہ برابر آمیزش نہ ہو، جس میں خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہو، کسی کے انعام کی طمع نہ ہو، کسی پر اعتماد و توکل نہ ہو، کسی کی طرف الہیت اور ربوبیت کو منسوب نہ کیا جائے، کسی کو نافع و ضار نہ سمجھا جائے، کسی سے عبدیت کا تعلق وابستہ نہ کیا جائے۔ اسی کا نام "ایمان" ہے۔

دوسرے اپنی زندگی کے اختیاری شعبہ میں اس معبود کے حکم شرعی کی اسی طرح اطاعت کرنا جس طرح اضطراری شعبہ میں اس کے حکم تکوینی کی اطاعت کی جاتی ہے، تاکہ ساری زندگی ایک ہی فرمانروا، ایک ہی حکومت اور ایک ہی قانون کی تابع فرمان ہو کر ہم رنگ و ہم آہنگ ہو جائے، اور اس میں کسی حیثیت سے بھی دو رنگی اور ناہمواری باقی نہ رہے۔ اسی کو "عمل صالح" کہتے ہیں۔

غلط کہتا ہے جو کہتا ہے کہ یہ عبادت صرف تسبیح و مصلّٰی اور مسجد و خانقاہ تک محدود ہے۔ مومن صالح صرف اسی وقت اللہ کا عبادت گذار نہیں ہوتا جب وہ دن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے، اور بارہ مہینوں میں ایک مہینہ کے روزے رکھتا ہے، اور سال میں ایک وقت زکوٰۃ دیتا ہے اور عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرتا ہے، بلکہ درحقیقت اس کی ساری زندگی عبادت ہی عبادت ہے۔ جب وہ کاروبار میں حرام کے فائدے چھوڑ کر حلال کی روزی پر قناعت کرتا ہے تو کیا وہ عبادت نہیں کرتا؟ جب وہ معاملات میں ظلم اور جھوٹ اور فریب اور دغا سے پرہیز کر کے انصاف اور راست بازی سے کام لیتا ہے تو کیا وہ عبادت نہیں کرتا؟ جب وہ خلق خدا کی خدمت اور حق داروں کی حق رسانی کے لیے کمربستہ ہوتا ہے تو کیا اس کی ہر حرکت عین عبادت نہیں ہوتی ہے؟ جب وہ اپنے افعال و اقوال میں خدا کے قانون کی پیروی کرتا اور اس کے حدود کا لحاظ رکھتا ہے تو کیا اس کا ہر قول و فعل عبادت میں شمار نہ ہوگا؟ پس حق یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی پیروی اور اس کی شریعت کے اتباع میں انسان دین اور دنیا کا جو کام بھی کرتا ہے وہ سراسر عبادت ہے، حتیٰ کہ بازاروں میں اس کی خرید و فروخت اور اپنے اہل و عیال میں اس کی معاشرت اور اپنے خالص دنیوی اشغال میں اس کا انہماک بھی عبادت ہے۔

مگر یہ عبادت کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس عبادت کی مثال ایسی ہے جیسے رعیت کے عام افراد اپنے بادشاہ کے قانون کی پیروی اور اس کے فرامین کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس سے بڑا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے مالک کا نوکر بن جائے، اور اس کے قوانین کی نہ صرف خود پیروی کرے بلکہ دوسروں پر بھی ان کو نافذ کرنے کی کوشش کرے، اس کے احکام پر نہ صرف خود عامل ہو بلکہ دنیا میں ان کے اجراء کے لیے بھی جد وجہد کرے، اس کی حکومت میں نہ صرف خود امن اور وفاداری اور اطاعت کیشی کے ساتھ رہے، بلکہ اپنے دل اور دماغ اور دست بازو کی قوتوں کو امن قائم کرنے اور سرکش رعایا کو وفادار بنانے اور باغیوں کو اطاعت کی طرف کھینچ لانے میں بھی صرف کرے، اور اس خدمت میں اپنا تن من دھن سب کچھ نثار کردے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (۲ : ۱۷)	اور اس طرح ہم نے تم کو ایک بہترین عادل قوم بنایا تاکہ تم لوگوں پر نگران ہو اور رسول تم پر نگران ہو۔
هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ (۲۲ : ۱۰)	اسی نے تمہارا نام پہلے بھی مسلم رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی، تاکہ رسول تم پر نگران ہو اور تم لوگوں پر نگران ہو پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کے رسے پر جمے رہو۔
اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ (۲۲ : ۶) ۔	وہ جن کو اگر ہم زمین میں طاقت بخشیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم کریں گے اور بدی سے روکیں گے۔

یہ ہے اس عبادت کی حقیقت جس کے متعلق لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض نماز روزہ اور تسبیح و تہلیل کا نام ہے اور دنیا کے معاملات سے اس کو کچھ سروکار نہیں۔ حالانکہ دراصل صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ اور

ذکر و تسبیح انسان کو اس بڑی عبادت کے لیے مستعد کرنے والی تمرنیات ہیں جو انسان کی زندگی کو حیوانی زندگی کے ادنیٰ مقام سے اٹھا کر انسانی زندگی کے بلند ترین مقام پر لے جاتی ہے اور اس کو اضطرار و اختیار دونوں میں اپنے مالک کا مطیع و فرمانبردار بندہ بنا دیتی ہے اور اسے بادشاہ حقیقی کی سلطنت کا ایسا ملازم بناتی ہے جس کی خدمت وہ اپنے جسم و جان کی ساری قوتوں کے ساتھ اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں کرتا ہے۔ جب انسان عبادت کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو اس کو وہ شرف حاصل ہوتا ہے جس میں کائنات کی کوئی مخلوق اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی، ملائکہ تک اس کے مقام سے فروتر ہوتے ہیں وہ دنیا میں بالفعل خدا کا خلیفہ ہوتا ہے اس کو خدا کے سوا کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ذلت نہیں دی جاتی۔ اس کی گردن میں خدا کی غلامی کے سوا کسی کی غلامی کا طوق نہیں ہوتا۔ اس کے پاؤں میں خدا کی زنجیر کے سوا کسی کی زنجیر نہیں ہوتی۔ اس کا سر خدا کے حکم کے سوا کسی کے حکم کے آگے نہیں جھکتا۔ وہ خدا کا غلام اور سب کا آقا ہوتا ہے۔ وہ خدا کا محکوم اور سب کا حاکم ہوتا ہے۔ اس کو خدا کی طرف سے اس کی زمین پر حکومت کا حق حاصل ہو جاتا ہے وہ فرعون و نمرود کی طرح باغی اور غاصب نہیں ہوتا۔ بلکہ شاہی فرمان سے زمین پر خدا کا نائب ہوتا ہے اور حق کے ساتھ فرمانروائی کرتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا	تم میں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل
الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا	کیے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو یقیناً زمین
اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ	میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے کے لوگوں کو
لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ	بنا چکا ہے اور ضرور ان کے دین کو جسے اس نے
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا	ان کے لیے پسند کیا ہے مضبوطی کے ساتھ قائم کرے گا
يَعْبُدُوْنَنِىْ وَلَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا (۲۴:۵۵)	اور بالیقین ان کی حالت خوف کو امن سے بدل

دے گا بس وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

یہ تو دنیا کا انعام ہے۔ اور آخرت کا انعام کیا ہے۔؟ یہ کہ

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۲۴: ۷)

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور اللہ سے ڈرا اور اس کے غضب سے بچا، تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (۲۴: ۵)۔

وہ لوگ جن کو کوئی تجارت اور کوئی خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور اقامت نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی، وہ ڈرتے ہیں اس دن سے جب دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں پھر جائیں گی۔ ان کو امید ہے کہ اللہ ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ دیگا اور اپنے فضل سے اس پر مزید اضافہ کرے گا۔

افسوس کہ عبادت کے اس صحیح اور حقیقی مفہوم کو مسلمان بھول گئے انہوں نے چند مخصوص اعمال کا نام عبادت رکھ لیا، اور سمجھے کہ بس انہی اعمال کو انجام دینا خدا کی عبادت ہے اور انہی کو انجام دے کر عبادت کا حق ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس عظیم الشان غلط فہمی نے عوام اور خواص دونوں کو دھوکے میں ڈال دیا۔ عوام نے اپنے اوقات میں سے چند لمحے خدا کی عبادت کے لیے مختص کرکے باقی تمام اوقات کو اس سے آزاد کر لیا۔ قانون الٰہی کی دفعات میں سے ایک ایک دفعہ کی خلاف ورزی کی حدود اللہ میں سے ایک ایک حد کو توڑا، جھوٹ بولے، غیبت کی، بدعہدیاں کیں، حرام کے مال کھائے، حق داروں کے حق مارے، کمزوروں پر ظلم کیا نفس کی بندگی میں دل، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں سب کو نافرمانی کے لیے وقف کر دیا، مگر پانچ وقت نماز پڑھ لی زبان اور حلق کی حد تک قرآن کی تلاوت کر لی، سال میں مہینہ بھر کے روزے رکھ لیے، اپنے مال میں سے کچھ خیرات کر دی، ایک مرتبہ حج بھی کر آئے اور سمجھے کہ ہم خدا کے عبادت گزار بندے ہیں۔ کیا اسی کا نام خدا کی عبادت ہے؟ اس کے سجدے سے سر اٹھاتے ہی ہر معبود باطل کے آگے جھک جاؤ،

اس کے سوا ہر زندہ اور مردہ کو حاجت روا بناؤ، ہر اس بندے کو خدا بناؤ جس میں تم کو نقصان پہونچانے یا نفع دینے کی ذرّہ برابر بھی قوت نظر آئے، روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے کفار و مشرکین تک کے آگے ہاتھ جوڑو اور ان کے پاؤں چومو، انہی کو رازق سمجھو، انہی کو عزت اور ذلت دینے والا سمجھو، انہی کے قانون کو قانون سمجھو اس لیے کہ وہ طاقت رکھتے ہیں، اور خدا کے قانون کو بے تکلف توڑ دو اس لیے کہ تمہارے زعم باطل میں وہ اپنے قانون کو نافذ کرنے کی قوت نہیں رکھتا۔ کیا یہی تمہارا اسلام ہے؟ یہی تمہارے ایمان کی شان ہے؟ اسی پر تمہیں گمان ہے کہ تم خدا کی عبادت کرتے ہو؟ اگر یہی اسلام اور ایمان ہے اور یہی اللہ کی عبادت ہے تو پھر وہ کیا چیز ہے جس نے تم کو دنیا میں ذلیل و خوار کر رکھا ہے؟ کیا چیز ہے جو تم سے خدا کے سوا ہر در کی گدائی کرا رہی ہے؟ کس چیز نے تمہاری گردنوں میں غلامی اور ذلت کے طوق ڈال رکھے ہیں؟

خواص نے اس کے برعکس دوسرا راستہ اختیار کیا۔ وہ تسبیح و مصلی لے کر حجروں میں بیٹھ گئے۔ خدا کے بندے گمراہی میں مبتلا ہیں، دنیا میں ظلم پھیل رہا ہے، حق کی روشنی پر باطل کی ظلمت چھائی جا رہی ہے، خدا کی زمین پر ظالموں اور سرکشوں کا قبضہ ہو رہا ہے، الٰہی قوانین کے بجائے شیطانی قوانین کی بندگی خدا کے بندوں سے کرائی جا رہی ہے، مگر یہ ہیں کہ نفل پر نفل پڑھ رہے ہیں، تسبیحوں کو گردش دے رہے ہیں، ھو حق کے نعرے لگا رہے ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں، مگر صرف ثواب تلاوت کی خاطر۔ حدیث پڑھتے ہیں، مگر صرف تبرکاً۔ سیرت پاک اور اسوۂ صحابہ پر وعظ فرماتے ہیں، مگر قصہ گوئی کا لطف اٹھانے کے سوا کچھ مقصود نہیں، دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کا سبق نہ ان کو قرآن میں ملتا ہے نہ حدیث میں نہ سیرت پاک میں نہ اسوۂ صحابہ میں۔ کیا یہ عبادت ہے؟ کیا عبادت یہی ہے کہ بدی کا طوفان تمہارے سامنے اٹھ رہا ہو اور تم آنکھیں بند کیے ہوئے مراقبہ میں مشغول رہو؟ کیا عبادت اسی کو کہتے ہیں کہ گمراہی کا سیلاب تمہارے حجرے کی دیواروں سے ٹکرا رہا ہو اور تم دروازہ بند کر کے نفل پڑھے جاؤ؟ کیا عبادت اسی کا نام ہے کہ کفار چار دانگ عالم میں شیطانی فتوحات کے ڈنکے بجاتے پھریں، دنیا میں انہی کا علم پھیلے، انہی کی حکمت کار فرما ہو

انہی کا قانون رواج پائے، انہی کی تلوار چلے، انہی کے حکم کے آگے بندگانِ خدا کی گردنیں جھکیں، اور تم خدا کی زمین اور خدا کی مخلوق کو ان کے لیے چھوڑ کر نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے اور ذکر و شغل کرنے میں منہمک ہو جاؤ؟ اگر عبادت یہی ہے جو تم کر رہے ہو، اور اللہ کی عبادت کا حق اسی طرح ادا ہوتا ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ عبادت تم کرو اور زمین کی حکومت و فرمانروائی دوسروں کو ملے؟ کیا معاذ اللہ خدا کا وہ وعدہ جھوٹا ہے جو اس نے قرآن میں تم سے کیا تھا کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ وَلَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (۲۴: ۷)۔ اگر خدا اپنے وعدہ میں سچا ہے، اور اگر یہ واقعہ ہے کہ تمہاری اس عبادت کے باوجود نہ تم کو زمین کی خلافت حاصل ہے نہ تمہارے دین کو تمکنت نصیب ہے، نہ تم کو خوف کے بدلے میں امن میسر آیا ہے، تو تم کو سمجھنا چاہیے کہ تم اور تمہاری ساری قوم عبادت گذار نہیں بلکہ تارکِ عبادت ہے، اور اسی ترکِ عبادت کا وبال ہے جس نے تم کو دنیا میں ذلیل کر رکھا ہے۔